ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

CC BY NC

سعیدہ ارم
پی ایچ ڈی، اسکالر (اردو) ,وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد
مہرین صبا
پی ایچ ڈی، اسکالر (اردو) وفاقی اُردو یونیورسٹی، اسلام آباد

مابعد نو آبادیات اور شناخت کی فکری جہات اردو ناول کے تناظر میں

Saeeda Irum
Research Scholar (PhD Urdu), Federal Urdu University, Islamabad.
Mehreen Saba
Research Scholar (PhD Urdu), Federal Urdu University, Islamabad.

***Corresponding Author:** irum.app@gmail.com

Intellectual Dimensions of Post-Colonialism and Identity in the Context of Urdu Novel

Post-colonialism is literary ideology to analyze and examine different perspectives and the consequences of colonial domination on the cultures, societies, and identities of the subjected bio contents. It tries to answer the question of why and how identities are constructed within colonial histories and how those notions are contested and transformed. Identity in postcolonialism has several intellectual and rational dynamics and dimensions. In this research article, an effort has been made to study these dimensions with special reference to different genres of Urdu Literature i.e. Novel, Short Story and Poetry etc.

Keywords: *Post-colonialism, colonial domination, colonial histories, Cultural impact, Societal impact, Urdu literature, Novel*

انسانی ارتقا کی تاریخ اور فطرت کے ساتھ اس کی جنگ میں انسان کا سب سے بڑا ساتھی اور محرک 'نظریہ ضرورت' اور 'نظریہ بقا' رہا ہے۔ انسان نے اس دنیا میں جتنی بھی ترقی کی یا خطرات اٹھائے ان کے پس پردہ سب سے اہم

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

وجہ یا تو اس کا تحفظ اور بقا تھی یا اس کی ضرورت۔ انہی محرکات کے باعث انسان نے گروہی زندگی کا آغاز کیا، اپنے دفاع کے لیے ہتھیار اور سہولت کے لیے اوزار بنائے اور جنگلوں سے نکل کر بستیوں کا رخ کیا اور جنگلوں سے بستیوں کی جانب یہ ہجرت نو آبادیات کی پہلی کڑی ثابت ہوئی۔

نو آبادیات کی تاریخ بہت قدیم ہے ، تمدن اور زراعت کی ترقی کے ساتھ ملکیت اور اجارہ داری کی بڑھتی خواہش نے انسان کو بزور طاقت کمزوروں کو محکوم بنا کر ان کے وسائل اور علاقوں پر قبضے کی راہ دکھائی جو بعد کے ادوار میں مختلف تہذیبوں، ثقافتوں اور معیشتوں کے درمیان طاقت کے توازن، معاشی وسائل پر قبضے، تجارتی راستوں پر اجارہ داری، ثقافتی تبادلے اور استحصال کا ذریعہ بنا اور انسانی تاریخ پر گہرے اور انمٹ اثرات مرتب کیے۔ colonial کا لفظ دراصل لاطینی زبان کے لفظ (Colonus) سے ماخوذ ہے جس کے لفظی معنی 'کسان' کے ہیں جبکہ نو آبادیات سے مراد 'نئی آبادی کے قیام' کے ہیں

سٹینفورڈ انسائیکلوپیڈیا آف فلاسفی کے مطابق نو آبادیات سے مراد:

> Colonialism is a practice of domination, which involves the subjugation of one people to another. (۱)

محمد عامر سہیل کے مطابق:

> "نو آبادیاتی نظام (Colonialism) سے مراد ایک ایسا سیاسی ، معاشی اور ثقافتی نظام ہے جس میں ایک ملک علم، ٹیکنالوجی اور فوجی طاقت کی بنیاد پر دوسرے ملک کو ہر سطح سے مغلوب کرنے کی کوشش کرتا ہے جس میں غالب ملک کو ہر سطح پر فائدہ میسر آئے۔ ایک ملک اپنی جغرافیائی حدود سے نکل کر دوسرے ملک کی جغرافیائی حدود میں عملاً داخل ہو کر وہاں کے باشندوں کو مختلف حکمت عملیوں سے مغلوب کرتا ہے"(۲)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

قدیم مصر نے نیل کے کناروں پر، بابلیوں نے اپنے زیر اثر علاقوں، یونانیوں نے اٹلی، سسلی اور بحیرہ ایجیئن کے جزائر سمیت دیگر علاقوں میں، سکندر اعظم نے مشرق وسطی اور جنوبی ایشیا میں اور پھر رومیوں نے یورپ، شمالی افریکہ اور مشرق وسطی کے بڑے حصے پر کنٹرول حاصل کر کے نو آبادیات قائم کیں۔ ان نو آبادکاروں نے مقامی ثقافتوں اور اقتصادیات پر اجارہ قائم کرتے ہوئے نا صرف سیاسی اور معاشی غلبہ حاصل کیا بلکہ اپنی زبان، ثقافت، روایات، تہذیب اور تمدن کو بھی محکوم علاقوں پر نافذ کیا جس نے مقامی شناختوں پر گہری ضرب لگائی۔

۱۵ویں صدی میں بڑی یورپی طاقتوں جیسے پرتگال اور اسپین وغیرہ نے نئی زمینوں کی جانب قدم بڑھائے۔ ۱۴۹۲ میں کولمبس کی جانب سے امریکہ کی دریافت جہاں ایک نئی دنیا کے دروا کرنے کا باعث بنی وہیں نو آبادیات کے نئے دور کا نقطہ آغاز بھی ثابت ہوئی۔ پرتگالی اور ہسپانوی نو آبادیات تاریخ میں ایک نیا موڑ تھا، پرتگالیوں نے افریقہ اور ایشیا کے تجارتی راستوں پر قبضہ جمایا تو دوسری جانب ہسپانوی نو آبادکاروں نے کریبین، وسطی اور جنوبی امریکہ میں قدم جماتے ہوئے وہاں اپنی نو آبادیات قائم کیں۔ ۱۸ویں اور ۱۹ویں صدی کے زمانے کو انتشار، تبدیلیوں اور سائنسی ترقی سے تعبیر کی جاتا ہے جس نے انسانی زندگی اور نظریات کو یکسر نئے سانچے میں ڈھالا۔ اس دور میں جہاں ایک جانب انسان نے مادی ترقی دیکھی وہیں ذہنی و جذباتی لحاظ سے بہت سے دھچکے بھی سہے جسکے نتیجے میں احتجاجی اور مزاحمتی تحریکوں نے بھی جنم لیا اور انسان استحصال سے آزادی اور اپنے حقوق کے لیے متحرک ہوا۔

مختصراً نو آبادیات انسانی تاریخ کا ایک ایسا تاریک اور گھناؤنا پہلو تھا جس نے اخلاقیاتی، سماجی، تہذیبی و ثقافتی، معاشی و سیاسی، تاریخی اور ادبی استحصال کے ذریعے محکوم اقوام کی شناخت کو مسخ کرتے ہوئے اپنے مقاصد کو حاصل کیا۔ ایمی سیزر کے مطابق:

> " نو آبادیاتی نظام کا مقصد انسانی فلاح کا عزم، مذہب کی ترویج، دنیا سے ظلم و جہالت کا خاتمہ یا خدا تعالیٰ کی خوشنودی کی خواہش ہر گز نہ تھی۔ نہ ہی اس مہم کا مقصد دنیا میں عدل و انصاف قائم کرنا تھا۔ اس مہم جوئی کے مثبت اثرات سے قطع نظر ہمیں یہ تسلیم کرنا ہے کہ مہم کا آغاز کرنے والے مہم جوؤں کی بڑی

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

تعداد بحری قزاقوں، جہاز رانوں، سونے کی تلاش میں بھٹکنے والوں کے علاوہ کچھ
تاجروں پر مشتمل تھی۔ مادی اغراض، حرص اور طاقت کے حصول کی جدوجہد
کے دوران انسانی تہذیب کا تاریک ترین پہلو ان کا ہم رکاب بنا"(۳)

نو آبادیات کے تحت استعمار کار نے مقامی ثقافتوں کو دبایا اور اقتصادی، سیاسی اور جغرافیائی وسائل پر قبضے کے ساتھ ساتھ زبان و ادب، روایات اور تہذیب و ثقافت کو مسخ کرتے ہوئے اپنی جڑیں اور غلبہ مضبوط کرنے کی غرض سے اپنی ثقافت کو فروغ دیا۔ اس کے نتیجے میں فرد جن متنوع داخلی و خارجی بحرانوں سے نبرد آزما ہوا ان میں انفرادی اور اجتماعی شناخت کا مسئلہ سب سے اہم رہا کیونکہ نو آبادکار کا سب سے پہلا اور موثر ہتھیار محکوم اقوام کو اپنی شناخت کے حوالے سے بے یقینی اور کمتری کے احساس میں مبتلا کرنا تھا تاکہ انہیں معاشی اور سماجی حوالوں کے علاوہ نفسیاتی اور جذباتی لحاظ سے بھی اس قدر محکوم بنایا جاسکے کہ اگر کبھی ان کا جذبہ حریت انہیں اپنے حق کے لیے اٹھ کھڑے ہونے پر اُکسا بھی لے تو ان کا احساس کمتری انہیں کبھی مزاحمت کی جرات نا دے سکے۔

ڈاکٹر ناصر عباس نیر کے مطابق

"نو آبادیاتی صورتحال کی 'منطق' ثنویت سے عبارت ہے۔ یہ دو دنیاؤں کو
تشکیل دیتی ہے ایک نو آبادکار کی دنیا اور دوسری نو آبادیاتی یا مقامی باشندوں کی
دنیا۔ دونوں دنیائیں ایک دوسرے کی ضد ہوتی ہیں۔"(۴)

جبکہ فینن کے الفاظ میں؛

"استعماریت محض مقبوضہ ملک کے حال اور مستقبل پر تسلط جمانے پر ہی
قناعت نہیں کرتی، یہ صرف عوام کو اپنی گرفت میں لے کر اور مقامی باشندوں
کے ذہن کو صورت اور معنی سے خالی کر کے ہی مطمئن نہیں ہو جاتی، بلکہ ایک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

طرح کی غیر صحت مندانہ منطق سے کام لیتے ہوئے یہ مظلوم عوام کے پیچھے
بھی پڑ جاتی ہے اور اسے مسخ کر کے بد ہیئت اور تباہ کر دیتی ہے"(۵)

مابعد نو آبادیاتی دور میں مقامی ثقافت، شناخت اور ان کی فکری و منطقی جہتیں مختلف سماجی، ثقافتی، سیاسی، معاشی، نسلی، جنسی، اور مذہبی پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہیں جن کی بحالی اور تحفظ مابعد نو آبادیاتی دور کا ایک اہم مسئلہ ہے۔ جس کے نتیجے میں نو آبادیات صرف ایک سیاسی تسلط نہیں رہا بلکہ فکری و نفسیاتی، تہذیبی و ثقافتی، لسانی و ادبی اور تاریخی غلبے کی صورت میں مقامی ثقافتوں، اقدار و روایات، زبان و ادب، نسلی افتخارات اور مذہبی شناخت کو مسخ کرتے ہوئے مسلط کردہ اور مقامی ثقافتوں کے درمیان تصادم کی سی صورتحال نے جنم لیا جس کے نتیجے میں محکوم اقوام کی ثقافتی شناخت کی بحالی اور تحفظ ایک اہم مسئلہ بن گیا۔

نو آبادیاتی حکمرانوں نے ان زمینوں پر نا صرف مقامی ثقافتوں کو دباتے ہوئے اپنی تہذیب و ثقافت کی ترویج کی بلکہ نسلی اور جنسی امتیازات، اپنے مذہب، تاریخ اور روایات و اقدار کے متعلق احساس کمتری کو بھی فروغ دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے مقامی زبان وادب کو بھی نشانہ بناتے ہوئے مغربی لسانیات کو ان محکوم علاقوں پر مسلط کیا جس سے مقامی زبانیں اور بولیاں دب گئیں اور مابعد نو آبادیاتی دور میں لسانی و ادبی شناخت کی بحالی ایک اہم مسئلہ بن گیا۔
ڈاکٹر ریاض ہمدانی کے مطابق

> ”نو آبادیاتی تمدن کی محکوم اقوام تک منتقلی خالصتاً اختیارات، روایات اور فوجی طاقت کا مظہر ہوتی ہے۔ غالب ثقافت کے پہلو عام طور پر زبان کے ساتھ ہی منتقل ہو جاتے ہیں اس طرح دو معاشروں، قوموں اور ممالک کے درمیان سیاسی، اقتصادی، سماجی اور ذہنی لین دین کی بنیاد عدم مساوات اور طاقتور کے دوسرے کمزور فریق کے استحصال اور غلبے پر رکھی جاتی ہے جس میں تمام تر فیصلے حاکم تنظیم کے اختیار میں ہوتے ہیں۔“(۶)

شناخت کی فکری جہات کسی قوم کے ثقافتی، سماجی، نظریاتی اور ذاتی پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے انفرادی و اجتماعی پہچان اور مقام کا تعین کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ نو آبادیاتی دور میں مغربی آبادکاروں نے مختلف حربوں کے زریعے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

محکوم علاقوں پر اپنے ثقافتی، سماجی، اور سیاسی نظریات کو مسلط کرتے ہوئے مقامی ثقافتوں اور شناختوں کو یا تو کمزور کیا گیا یا انہیں اپنے اقدار و نظریات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی گئی جس کے نتیجے میں مقامی لوگوں کو نا صرف فکری آزادی، خود مختاری اور ترقی کے مواقع سے محروم کیا گیا بلکہ مقامی شناختوں اور ثقافتوں مستقل احساس کمتری و محرومی کا شکار کر دیا گیا جن کے اثرات آج بھی ان ثقافتوں پر نمایاں نظر آتے ہیں۔ مابعد نو آبادیاتی شناخت کی فکری جہات مختلف علمی، ادبی، ثقافتی، سیاسی، سماجی، اور اقتصادی پہلوؤں پر مشتمل ہوتی ہیں جن کی تفہیم کے ذریعے ہم نو آبادیاتی دور کے اثرات اور ان کی بحالی کے عمل کو بہتر طور پر سمجھ سکتے ہیں۔

ناصر عباس نیر کے مطابق:

> "کلونیل ازم ایک نیا ڈراما تھا جس کا اسکرپٹ یورپ نے لکھا اور اسے کھیلنے کے لیے ایشیا اور افریقہ کی سرزمین کو منتخب کیا گیا، ڈرامے کے مرکزی کردار یورپی تھے تاہم کچھ معاون اور ضمنی کردار ایشیائی اور افریقی تھے۔"(۷)

برصغیر میں جہاں ایک جانب نو آبادکاروں کی جانب سے مقامی شناخت کر مسخ کرتے ہوئے مغربی شناخت و اقدار کو مسلط کرنے کی کوشش کی جارہی تھی وہیں رد عمل میں اپنے روایتی تصورات، ثقافتی عناصر، تہذیب و اقدار، مذہبی روایات اور تاریخی شان و شوکت کے احیا کے زریعے مغربی نظریات کے خلاف مزاحمت اور اپنی شناخت کی بحالی کے لیے ایک ثقافتی اور فکری شناختی نظریہ بھی متحرک نظر آتا ہے جسکے ذریعے مقامی لوگوں نے اپنی شناخت کے تحفظ کے لیے اسے جدید دور کی ضروریات کے ساتھ ہم آہنگ کرنے کی کوشش بھی کی۔ لیکن اس حقیقت سے انکار بھی ممکن نہیں کہ طاقتور اور غالب نو آبادکار کے حربوں کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ عالمگیریت (Globalization) کے نتیجے میں فروغ پانے والے ثقافتی تعاملات اور اختلاط نے جدیدیت اور روایات کے درمیان توازن قائم رکھنے کو ایک بڑا چیلنج بنا دیا۔ اس لیے ان کوششوں کے نتیجے میں ہم مغربی یلغار کا موثر رد کر سکے یا نہیں لیکن اس کے نتیجے میں جہاں مقامی شناخت کی اہمیت اور بقا کے شعور میں اضافہ ہوا وہیں شناخت کی فکری جہات میں ایک نئی روشنی بھی ابھری جس کے نتیجے میں اپنی ثقافت اور شناخت کی انفرادیت کو برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ عالمی ہم آہنگی کی کوششیں بھی نظر آتی ہیں جنہوں نے شناخت کی تفہیم اور تحفظ کے مسئلے کو مزید اہمیت عطا کی۔

ادب کسی بھی معاشرے کی اخلاقی و مذہبی اقدار و روایات، تہذیب و ثقافت، نظریات و ترجیحات، سماجی رویوں،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

سیاسی حالات اور مسائل کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ برصغیر پر صدیوں تک مسلط نو آبادیات نے جہاں دیگر تمام شعبہ ہائے زندگی پر اپنے اثرات مرتب کیے وہیں مقامی زبان و ادب بھی نا صرف ان کا نشانہ بنی بلکہ یہ مقامی لوگوں کی نفسیات کو جاننے میں نو آبادکاروں کا مددگار بھی ثابت ہوا اور مخصوص کے ایجنڈے کے تحت تخلیق کروائے گئے ادب نے مقامی لوگوں کی ذہن سازی کا فریضہ بھی سر انجام دیا۔ اس طرح نو آبادکار کی جانب سے ان کی ایجنڈے کی ترویج و اشاعت کا معاملہ ہو یا مقامی ثقافتی، تہذیبی و فکری شناخت کی بقا و احیا کا مسئلہ، ادب نے ہر عہد کے سماجی و اخلاقی، تہذیبی و سیاسی مسائل کی نا صرف بہت موثر اور متحرک طریقے سے عکاسی کی بلکہ اس نے عوام میں شناخت کے شعور کی بیداری میں بھی بہت اہم کردار ادا کیا۔

مابعد نو آبادیاتی دور کا ادب (Postcolonial Literature) خصوصی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ بیک وقت ماضی کی شاندار روایات کا امین و ترجمان، حال کے تجربات کا نقاد، مزاحمت کا علم بردار اور شناخت کا محافظ بن کر ابھرا اور اس دور کے ادیبوں نے یہ ذمہ داری بہ احسن نبھاتے ہوئے معاشرے کے احساسات و جذبات کی ترجمانی، تاریخ و تہذیب کی حفاظت، نو آبادیاتی دور کے تجربات و استحصال کی تصویر کشی، تاریخ کی بازیافت، مزاحمتی رویوں اور سماجی تحریکوں کے تجزیے کے زریعے عوامی شعور کی بیداری میں اپنا کردار ادا کیا اور اس دور کے تمام بڑے قلم کاروں نے مختلف اصناف ادب کے زریعے اس فریضے کو اپنے اپنے انداز میں ادا کیا

دنیا میں جہاں جہاں بھی نو آبادیاتی نظام قائم رہا وہاں کے ادب میں اس کی نمایاں جھلک نظر آتی ہے لیکن برصغیر میں نو آبادیاتی تناظر میں اردو ادب نے خاص طور پر نو آبادیاتی دور کے سیاسی، سماجی اور ثقافتی اثرات، استحصال، رویوں اور شناخت کی فکری جہات کی عکاسی میں اہم کردار ادا کیا اور تقریبا تمام نثری و شعری اصناف ادب نے اس عہد کے تجربات، ثقافتی رد عمل، اور شناخت کی بقا اور احیا کی کاوشوں میں اپنا بھرپور کردار ادا کیا

برصغیر میں نثر کے میدان میں ناول مقبول ترین صنف رہی ہے، اردو میں بے شک ناول انگریزی کے توسط سے آیا لیکن اس صنف ادب نے برصغیر کی دھرتی سے بھی اپنے تعلق کا حق پوری ذمہ داری سے ادا کیا اور نو آبادیاتی دور کے تجربات اور تلخ حقائق سے پردہ اٹھاتے ہوئے اگر ایک طرف مقامی مسائل کی عکاسی کے ساتھ ساتھ مزاحمت کی داستانوں اور عظمت رفتہ کی یاد دلاتے ہوئے قوم میں آزادی اور خود مختاری کے جذبے کو پروان چڑھایا تو دوسری جانب نو آبادکاروں کی جانب سے مسخ کر دی گئی مقامی شناخت کی بحالی، اصل شناخت کی بازیافت اور احیا کے حوالے سے ایک

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

موثر کردار بھی ادا کیا۔

اردو کی ادبی تاریخ کے تقریباً تمام بڑے ناول نگاروں کے یہاں ہمیں شناخت کے مسائل نظر آتے ہیں۔ ان ناول نگاروں نے اپنی تحریروں میں مذہبی، سماجی، نسلی، تاریخی، ثقافتی و تہذیبی شناخت کی موضوعات کو مرکزیت دی اور جدیدیت، نوآبادیات اور سرمایہ دارانہ نظام کے پس منظر میں ابھرنے والے اس اہم انسانی و سماجی مسئلے کو اپنی تحریروں کے ذریعے اجاگر کیا۔

شناخت کے موضوع کو اردو ناول کے ذریعے زیر بحث لانے والوں میں ڈپٹی نذیر احمد ایک معتبر نام ہے جنہوں نے اپنی کہانیوں میں شناخت کے مسائل کو مختلف حوالوں اور زاویوں سے دیکھا، پرکھا اور پیش کیا ہے۔ گھر کے آنگن اور دریچوں سے جھانکتی مشرقی تہذیبی شناخت کی بات ہو یا پھر مذہبی، سیاسی اور قومی شناخت کا مسئلہ، ڈپٹی نذیر احمد کے یہاں انسانی، قومی مذہبی و تہذیبی اور صنفی شناخت کا مسئلہ ہمیشہ زیر بحث رہا ہے۔

> "نذیر احمد نے اپنے ہم وطنوں کو زمانے کے اتار چڑھاؤ سے آگاہ کیا ہے۔ وہ انہیں اس بات پر آمادہ کرتے ہیں کہ وہ ماضی کے ساتھ بھی تعلق رکھیں اور حال کی ان چیزوں کو بھی قبول کریں جو ان کے لیے مفید اور با مقصد ہیں۔ (۸)"

ان کے سب سے پہلے ناول "مراۃ العروس" میں اصغری اور اکبری کے کرداروں، زبان، لب و لہجے اور معاشرتی زندگی کی جھلکیوں کے ذریعے ہمیں پوری مشرقی تہذیبی اور ثقافتی شناخت نمایاں نظر آتی ہے۔ "بنات النعش" میں خواتین کی صنفی شناخت کے مسائل کو اجاگر کرتے ہوئے انہیں تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے ان کی سماجی، معاشی اور صنفی شناخت کو مضبوط کرنے کے موضوع پر بحث کی گئی ہے۔ "توبتہ النصوح" نوآبادیاتی اور جدیدیت کے اثرات کے تحت گم شدہ مذہبی و اخلاقی شناخت کی احیا کی داستان ہے تو "ابن الوقت" بھی نوآبادیاتی اثرات کے تحت تہذیبی و مذہبی اور قومی شناخت کے مسئلے کو اجاگر کرتا ہے۔ ابن الوقت کا کردار جدید مغربی زندگی کی چکاچوند سے چندھیا کر اپنی تہذیب سے برگشتہ ہونے اور مغرب کی اندھی تقلید کے نتیجے میں اپنی شناخت اور پہچان کھو دینے والے کردار کی کہانی ہے جو بالآخر اپنی جڑوں کی تلاش میں واپس اپنے اصل کی جانب لوٹنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

راشد الخیری کی تحریروں میں بھی شناخت کے مسئلے کو کثیر الجہتی زاویہ نگاہ سے پیش کیا گیا ہے۔ ان کے یہاں

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

فرد کی ذاتی، مذہبی, طبقاتی، خاندانی اور سماجی شناخت کے ساتھ ساتھ صنفی شناخت خصوصا عورتوں کی شناخت کو خاص طور پر موضوع بحث بناتے ہوئے اس سماج کی حقیقی تصویر کشی کی گئی ہے جہاں عورت کو سماجی پابندیوں، خاندانی توقعات، رسوم و رواج، مذہبی اصولوں اور اقدار وروایات کے نام پر تابع کر کے شناخت کے بحران سے دوچار کر دیا گیا ہے۔

ان کا ناول 'سمرنا کا چاند' میں ترک اوراسلامی طرز معاشرت اور روایات کے تناظر میں جدیدیت اور روایتی اسلامی شناخت کے درمیان کشمکش کو بہت ہی موثر انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول کے کردار اپنی انفرادی، مذہبی تاریخی اور تہذیبی شناخت کی بقا کی کوشش کرتے ہیں لیکن جدید دنیا کی یلغار کا سامنانہ کرتے ہوئے اپنے وجود کی شناخت بھی کھو دیتے ہیں۔ 'صبح زندگی'، 'شام زندگی'، 'شب زندگی' اور 'نوحہ زندگی' میں مشرقی شناخت اور سماجی زندگی کے مختلف مراحل پر فرد کو درپیش معاشرتی و اخلاقی دباؤ، سماجی توقعات، ذاتی تجربات اور روز مرہ کے پس منظر میں ہماری تہذیبی و ثقافتی شناخت کو بھرپور انداز میں پیش کیا گیا ہے جبکہ 'ماہ عجم' میں مذہبی و تہذیبی اور ثقافتی شناخت کے مسئلے کو بیان کیا گیا ہے۔ 'نانی عشو' ایک ایسی دیہی عورت کی زندگی کی کہانی ہے جو روایات، اقدار، سماجی رسم ورواج اور ثقافت کے بندھنوں میں قید ہو کر اپنی ذاتی شناخت کو کھوجنے کی کوشش کرتی ہے لیکن سماجی دباؤ اسے ایسا کرنے نہیں دیتا۔ 'بنت الوقت' عورت کی جدیدیت کے ساتھ مطابقت اور اس کی نئی دور میں شناخت کے مسئلے کو اجاگر کرتا ہے۔ یہ ایک ایسی عورت کی کہانی ہے جو اپنی روایتوں، ثقافتی و مذہبی اقدار اور جدید دنیا کے تقاضوں کے درمیان کشمکش کا شکار ہے اور اپنی اصل شناخت کی کھوج اور بازیافت کے مسئلے سے دوچار ہے۔

راشد الخیری کے زیادہ تر ناول روایتی اقدار اور روایات اور جدیدیت کی یلغار کا سامنا کرتے فرد کی کشمکش اور جدوجہد کو بیان کرتے ہیں جہاں انسان سماجی حدود، مذہبی اور روایتی اجارہ داریوں اور جکڑ بندیوں کا سامنا کرتے ہوئے اپنی ذاتی شناخت کے حوالے سے مسائل سے دوچار ہوتا ہے

رسوا نے اردو ناول کو تصوراتی دنیا سے نکال کر حقیقت کہ دنیا سے ہی روشناس نہیں کروایا بلکہ انہوں نے اپنے شہرہ آفاق ناول 'امراؤ جان ادا' کے ذریعے ایک ایسی عورت کی کہانی بیان کی ہے جو معاشرتی طبقے میں شناخت اور مقام کی تلاش سرگرداں ہے۔ امراو جان کا کردار برصغیر کے روایتی معاشرے کا ایک ایسا کردار ہے جسے تسلیم کرنے سے ہر فرد انکاری ہے لیکن اس کے باوجود اس کا وجود اس معاشرے کی ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے انکار کرنا ممکن نہیں ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

بلاشبہ ایک عزت دار اور روایتی معاشرے میں امراؤ جان کا کردار بدنام گلیوں میں بھٹکتا دکھائی دیتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس معاشرے کی شناخت کا ایک ایسا پہلو ہے جس سے اگر نظر چرانا ممکن نہیں تو وہیں اسے اپنانے کا بھی کوئی روادار نہیں۔

ڈاکٹر مشتاق احمد وانی اسکی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> "امراؤ جان ادا ایک ایسے معاشرے کا وجود ہے جو طوائف کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور نہ ہی طوائف کو گھر میں پناہ دی جاسکتی تھی۔ یعنی ۱۸۵۷ء کے انقلاب نے لکھنو کے نوابین اور جاگیرداوں کو پورے طور پر اخلاقی پستی، سماجی برائیوں اور بیماریوں میں دھکیل دیا تھا اور ایسی اقتصادی مار دی تھی جس سے سنبھلنا بغیر کوشش کے ان کے لیے ممکن نہ تھا چنانچہ طرح طرح کے اخلاق سوز مشاغل ان کی زندگی میں راہ پا گئے تھے۔"(۹)

اس ناول میں امراؤ جان ادا کا کردار بچھڑے ہوئے طبقے (Subaltern) کے ایسے فرد کی نمائندگی بھی کرتا ہے جس پر ایک شناخت زبردستی مسلط کی گئی ہے لیکن پھر اسی مسلط کردہ شناخت کی بنیاد پر سماج تو ایک طرف اس کے اپنے خونی رشتے بھی اسے قبول کرنے سے انکار کر دیتے ہیں۔

پریم چند نے برصغیر کے روایتی سماج کے تلخ اور گھناؤنے حقائق، طبقاتی کشمکش اور معاشرتی و ثقافتی رسم و رواج کے تناظر میں کسانوں، مزدوروں، عورتوں اور خصوصا نچلے اور پسے ہوئے اُس طبقے کے سماجی و طبقاتی جبر کے نتیجے میں کی شناخت کے مسائل کو اجاگر کرنے کی کوشش کی ہے جنہیں سماج میں اپنے روزمرہ زندگی کے لیے قدم قدم پر قربانیاں دینی پڑتی ہیں کیونکہ ان کی شناخت کہیں نہ کہیں سماج کے ساتھ جڑی ہے جس کا فائدہ اٹھاتے ہوئے سماج کے ٹھیکے دار ان کا استحصال کرتے ہیں۔ "نرملا" سماجی رواجوں اور مجبوریوں میں قید عورت کی حیثیت اور شناخت کے ساتھ ساتھ اس سب وابستہ سماجی توقعات کی کہانی ہے جبکہ "بیوہ" میں برصغیر کی معاشرے میں عورتوں خصوصا بیوہ کی شناخت کے مسئلے کو سماجی اقدار اور رسوم و رواج کے تناظر میں پیش کیا گیا ہے کیونکہ یہ وہ سماج ہے جہاں بیوہ عورت کی حیثیت معاشرتی لحاظ سے مردہ کے برابر کر دی جاتی ہے جو اس کے وجود اور اس کی شناخت کے لیے ایک بڑا سوالیہ نشان ہے۔

ڈاکٹر یوسف سرمست کے مطابق:

> "پریم چند کی ناول نگاری ہندوستان کے سیاسی و سماجی مسائل

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

سے وابستہ ہو کر خوب سے خوب تر ہوتی گئی اور آخیر میں کروڑہا باشندوں یعنی دیہاتوں کی زندگی کو ان کے طبقاتی سماجی اور معاشی پس منظر میں پیش کر کے ناول کو حقیقت نگاری اور زندگی کی وسعتوں اور پنہائیوں کو سمیٹنے کا سلیقہ سیکھاتی ہے"(۱۰)

ڈاکٹر محمد افضال بٹ کے مطابق

"کسانوں کی معاشی ابتری، بے بسی اور معاشی استحصال پر پریم چند کا دل خون کے آنسو روتا تھا۔ ان کے ناول میں دیہات کے لوگوں کی زندگی اور وہاں کے کرداروں کے ذریعے ان کے مسائل سے آگاہی ملتی ہے۔ مصنف، زمیندار ، سرمایہ دار، مہاجن اور متوسط طبقے کے کرداروں کے حوالے سے پورے ہندوستانی سماج کی زندگی کو پیش کرتے ہیں۔"(۱۱)

"گئودان" ہندوستان کی دیہی زندگی، طبقاتی کشمکش، معاشی جدوجہد، استحصال اور ان سب کے باعث پیدا ہونے والے شناخت کے بحران کی عکاسی کرتا ہے جبکہ "بازار حسن" میں طوائف کی سماجی حیثیت اور شناخت کے مسائل کو پیش کیا گیا ہے۔ اس ناول میں طوائف کو سماج کے اس طبقے کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے جو سماج کی نظر میں ناپسندیدہ اور غیر اخلاقی ہے، ان کی ذاتی حیثیت کو ان کے پیشے کی بنیاد پر مکمل طور پر رد کر دیا جاتا ہے لیکن اس کے باوجود سماج میں ان کی ضرورت اور اہمیت ان کے وجود اور خود سماج کی شناخت اور اس کے منافقانہ طرز عمل پر سوال اٹھاتی ہے۔

شرر نے مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور اسلامی تہذیبی شناخت کو ماضی کے جھروکوں سے جھانک کر دیکھنے اور دکھانے کی کوشش کی ہے تو سرشار نے 'فسانہ آزاد' کے ذریعے شناخت کے مسائل کو ایک بالکل انوکھے اور دلچسپ رنگ میں پیش کرتے ہوئے مزاحیہ انداز میں تہذیبی و ثقافتی شناخت پر گفتگو کی ہے۔

کرشن چندر کی ناولوں "غدار" اور "جب کھیت جاگے" میں شناخت کا مسئلہ مٹی سے وفاداری، جڑت، وجود کی بقا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

اور بنیادی انسانی حقوق کے ساتھ جڑا ہوا ہے، کرشن چندر کے ناولوں میں سیاسی، سماجی اور طبقاتی استحصال کے پس منظر میں ہندوستان کی جدوجہد آزادی، کسانوں اور مزدوروں پر ہونے والے ظلم و استحصال اور طبقاتی نظام کے تحت شناخت کے مسئلے کو مختلف زاویوں سے پیش کیا گیا ہے۔ "غدار" طبقاتی نظام کے تحت حب الوطنی، وطن پرستی اور وفاداریوں کی الجھن کا شکار کردار کی کہانی ہے جو اس مخمصے میں مبتلا ہے کہ اسے کس کے ساتھ وفاداری نبھانی ہے، اپنی قوم کے ساتھ یا ان انگریز حکمرانوں کے ساتھ جو اب نا صرف ان کے مالک و مختار ہیں بلکہ ان کے ساتھ مفادات اور سہولیات بھی وابستہ ہیں۔ دراصل یہ ناول ایک ایسی علامتی کہانی ہے جس میں 'غدار' کی شناخت کے پیمانے اور حیثیت ایک ایسا سوالیہ نشان ہے جو اس دور کا ایک بڑا المیہ تھا۔

"جب کھیت جاگے" کسانوں کی اپنے حقوق کے لیے بیداری اور ظلم و استحصال کے خلاف جدوجہد کی داستان ہے جہاں کسانوں کو طبقاتی نظام، معاشی و معاشرتی حیثیت کے تحت استحصال اور تضحیک کا نشانہ بنایا جاتا ہے۔ یہ کسان اپنی زمین، جمع پونجی، حقوق، عزت، سماجی احترام حتی کہ روزمرہ ضروریات کو بھی جاگیرداروں کے ہاتھوں چھنتا دیکھتے ہیں لیکن بے بس ہیں کیونکہ صدیوں سے ان محنت کشوں کو سماجی و معاشی ہی نہیں بلکہ ذہنی غلامی میں بھی اسیر کر لیا گیا ہے جس کے بعد وہ اپنی شناخت کا احساس ہی کھو چکے ہیں۔ لیکن جدید نوجوان نسل میں اپنی شناخت اور حقوق کا شعور بیدار ہے اور وہ اس کے لیے جدوجہد کرنے پر عزم ہے بلاشبہ انہیں آواز بلند کرنے کی پاداش میں موت کو گلے لگانا پڑتا ہے لیکن اس کے باوجود وہ ایک نئی شناخت اور زندگی کی نوید بن کر ابھرتے ہیں۔

کرشن چندر ناول کے آغاز میں تحریر کرتے ہیں:

> "وقت انسان کے ہاتھ میں خام مادے کی طرح ہے جسے
> انسان اپنی مرضی کے مطابق ڈھال سکتا ہے جس میں اپنی
> محنت شامل کر کے انسان دنیا بدل سکتا ہے۔ خود راگھوراؤ نے
> چھوٹے پیمانے پر ایسا ہی کیا تھا۔ اس میں اسے کہاں تک
> کامیابی ہوئی، کہاں تک ناکامی اسے اس وقت اپنے آخری
> لمحوں میں پرکھنا چاہتا تھا۔" (۱۲)

عزیز احمد کے ناولوں میں شناخت کا مسئلہ ان کے کرداروں کے ظاہری و باطنی اور نفسیاتی پہلوؤں کے تناظر پیش

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

کیا گیا ہے۔ ان کے کردار اپنی ذاتی ترجیحات، تجربات ومشاہدات، سماجی و نفسیاتی اور جذباتی حیثیت، جبلت، خواہشات ،خاندانی پس منظر، ذاتی تعلقات اور وراثت کے مسائل کے درمیان مسلسل کشمکش اور پیچیدگیوں کا شکار نظر آتے ہیں جو ان کو شناخت کے بہت سے مسائل سے دوچار کرتے ہیں۔ ان کرداروں کی ذاتی خواہشات اور خواب انہیں ایک سمت میں لے کر جانا چاہتے ہیں تو ان کے سماجی رشتے، وراثتی پس منظر اور معاشرتی تعلقات ان کو اپنے طے شدہ حدود و قیود میں سفر کرنے پر مجبور کرتے ہیں جس کے نتیجے میں فرد یا تو اپنی مسلط کردہ شناخت کو قبول کرنے پر مجبور ہوتا ہے یا پھر اس کے پاس فرار کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں بچتا۔ ان کے ناول "خون" "مرمر" "شبنم" اور "آگ" میں شناخت کا مسئلہ کرداروں کی نفسیات اور خواہشات میں کشمکش کے ذریعے پیش کیا گیا ہے۔ یہ انسان معاشرتی پیچیدیوں تضادات اور داخلی شکست کا سامنا کرتے ہوئے اپنی ذات اور ماحول کے درمیان کشمکش کے باعث انسانی شناخت کی شکست وریخت کا قصہ ہے جہاں جذبات، سماجی دباؤ اور توقعات فرد کی شناخت کو دھندلا دیتے ہیں جس کے نتیجے میں فرد اپنی شناخت اپنی اصل کی حقیقت سے ہی محروم ہو جاتا ہے۔

قرۃ العین حیدر کے ناولوں میں بھی تقسیم ہند، تہذیبی و ثقافتی کشمکش، معاشرتی و معاشی اتار چڑھاؤ اور تاریخی تناظر میں فرد کی سماجی تہذیبی، قومی اور ذاتی شناخت کی پیچیدگیوں اور بحرانوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کیا گیا ہے ان کے ناولوں میں شناخت کی تلاش ایک ایسا مسلسل عمل ہے جس نے فرد کی ذات کو بہت سی پیچیدگیوں کا شکار کر دیا ہے۔ ان کے شہرہ آفاق ناول" آگ کا دریا" میں صدیوں پر محیط ہندوستان کی تاریخ کے مختلف ادوار میں شناخت کا مسئلہ تہذیبی و تاریخی تناظر میں پیش کیا گیا ہے اور ناول کے کرداروں کے زریعے تاریخ کے سفر میں فرد کی شناخت اور بقا کی جدوجہد کی داستان بیان کی گئی ہے۔ ناول کے چار مرکزی کرداروں گوتم، کملا، چمپک اور سائرہ کی زندگیوں کے ذریعے قرۃ العین حیدر نے وقت اور تاریخ کے بہاؤ کے حوالے سے تہذیب، ثقافت، ذاتی و تہذیبی شناخت کی شکست وریخت کا نوحہ سنایا ہے۔ ناول میں ڈھائی ہزار سال پر محیط تہذیب اور تاریخ کی داستان میں فرد کی شناخت کی مختلف شکلوں اور اس کے ان کی فکری اور تہذیبی زندگی پر اثرات کی تاریخ کو قرۃ العین حیدر نے پوری حقیقت کے ساتھ جذباتی و فکری کیفیات کے تناظر میں پیش کیا ہے۔

بقول ڈاکٹر قمر رئیس:

> "انہوں نے اپنے تہہ دار کرداروں میں ایک ایسی ہندوستانی شخصیت کو اجاگر کیا ہے جس کا خمیر کئی قوموں اور نسلوں کے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

تہذیبی اختلاط کا مرہون منت ہے وہ ہندوستانی تہذیب اور
اس کے افکار و اقدار کو ایک نامیاتی وحدت کے روپ میں
دیکھتی ہیں اور اپنے ناولوں اور کہانوں کے تار و پود میں ہنر
مندی سے سمو دیتی ہیں"(۱۳)

قرۃ العین حیدر کے یہاں شناخت صرف ایک ذاتی مسئلہ نہیں رہتی ہے بلکہ یہ ایک تہذیبی و تاریخی، جذباتی و نفسیاتی مسئلے کے طور پر ابھر کر سامنے آتی ہے اور ان کے ناول کے کردار خود کو تاریخ کی لہروں میں بے بس تنکے کی طرح بہتے ہوئے محسوس کرتے ہیں۔ ماضی و حال کے درمیان جھولتے یہ کردار اس کشمکش میں مبتلا ہے کہ وہ ماضی کا حصہ ہے یا مستقبل کا۔

ان کا ناول "کار جہاں دراز ہے" ہندوستان اور پاکستان کی تقسیم سماجی اور سیاسی بکھراؤ اور انفرادی اور اجتماعی شناخت کے بحران کو اجاگر کرتا ہے۔ تقسیم کی کہانی صرف دو زمینوں اور حکومتوں کی تقسیم نہیں تھی بلکہ یہ لاکھوں انسانوں کی اپنی تہذیب اور مٹی سے جڑت اور ان کی قومی شناخت کا بھی سوال تھا۔ تاریخ کے اس موڑ پر نئی قومی شناخت پانے والے جہاں غیر یقینی صورتحال بے بسی اور کشمکش کا شکار تھے وہیں وہ اپنی ذاتی شناخت کے حوالے سے بھی بے یقینی میں مبتلا تھے۔ "میرے بھی صنم خانے" ایک ایسا ناول ہے جہاں تہذیبی سیاسی اور سماجی کشمکش کے درمیان ناول کے کردار اپنی شناخت قوم، مذہب اور ذات پات کے معاشرتی تناظر کے درمیان تلاش کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس کے نتیجے میں ان کی ذاتی شناخت اکثر ان کی اجتماعی تہذیبی اور مذہبی شناخت کے ساتھ متصادم ہو جاتی ہے ۔"آخر شب کے ہم سفر" میں تقسیم کے بعد پیش آنے والے حالات تہذیبی بکھراؤ، معاشرتی زندگی اور طبقاتی مسائل کے نتیجے میں جنم لینے والی تلاش کو موضوع بحث بنایا گیا ہے۔ ناول کا مرکزی کردار تقسیم کے بعد ایک ایسی دنیا میں اپنی جگہ بنانے کی کوشش کر رہا ہے جو اس کے لیے بالکل نئی ہے اس نئے سماج میں اپنے مقام کا تعین کرتے ہوئے اس کی شناخت مسلسل کشمکش کا شکار رہتی ہے جبکہ "چاندنی بیگم" بھی ماضی اور حال کے درمیان اپنی شناخت کی کشمکش میں مبتلا فرد کی داستان ہے جو اپنی شناخت کے حوالے سے بے یقینی کا شکار ہے۔

نسیم حجازی کے ناول بھی اسلامی تہذیبی و ثقافتی شناخت کے حوالے سے بہت اہمیت کے حامل ہیں انہوں نے

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

ماضی کی تابناک و درخشندہ تاریخ کو اپنے ناولوں کے زریعے پیش کرتے ہوئے مسلمانوں کو ان کی عظمت رفتہ کی یاد دلائی ہے۔خدیجہ مستور نے ' آنگن ' کے جھروکے سے ہندوستانی تہذیبی و ثقافتی شناخت اور تقسیم کے تناظر میں ہونے والے کشمکش کا آئینہ دکھایا تو ڈاکٹر احسن فاروقی کے ناولوں "شام اودھ، "آبلہ دل کا ""رخصت اے زنداں "اور "سنگم " میں شناخت کے مسئلے کو سماجی و تہذیبی بحران اور داخلی کشمکش میں مبتلا کرداروں کی صورت میں بیان کیا گیا۔"شام اودھ، کا مرکزی موضوع اودھ کی تہذیب کے عروج وزوال سے جڑا ہے۔ اس ناول میں اس مسئلے کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے کہ جب تہذیب زوال کا شکار ہوتی ہے تو اس سے جڑے افراد بھی شناخت کے شدید وسائل سے دوچار ہو جاتے ہیں۔ تہذیبوں کا بکھراؤ فرد کو داخلی انتشار اور بے یقینی کا شکار کرتے ہوئے اسے اس سوال سے نبرد آزما کرتا ہے کہ وہ کون ہے؟ کس تہذیب کا حصہ ہے؟ ان کا ماضی اور حال کیا ہے؟ اور ان کی مستقبل کی پہچان کیا ہو گی؟

"آبلہ دل کا "محبت، جذبات، دھوکے اور خواہشات کے نتیجے میں جنم لینے والے ذاتی المیے کی کہانی ہے جو فرد کی ذاتی شناخت کو بھی متاثر کرتی ہے۔ "رخصت اے زنداں" میں شناخت کا مسئلہ سیاسی اور اجتماعی تناظر میں انقلابی تحریک، جدوجہد آزادی، نظریاتی وابستگیوں، قومی وفاداری اور شخصی حکومت کے تناظر میں بیان کیا گیا ہے جبکہ "سنگم "میں مختلف طبقوں اور ثقافتوں کے اختلاف اور طبقاتی و سماجی دباؤ کے تحت فرد کی شناخت کے مسئلے کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

عبداللہ حسین کے ناول "اداس نسلیں "میں ہندوستان کے نو آبادیاتی دور اور تقسیم کے پس منظر میں انفرادی اور اجتماعی شناخت کے مسئلے کو پیش کیا گیا ہے۔ ناول میں نسل در نسل فرد کی شناخت کی جدوجہد کو نجم اور آفتاب کے کرداروں کی صورت میں بیان کیا گیا ہے۔ نجم تقسیم ہند سے قبل کی ہندوستانی شناخت کا نمائندہ کردار ہے جبکہ آفتاب تقسیم کے بعد نئی دنیا میں اپنی شناخت کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ اس ناول میں قومی و تہذیبی اور ذاتی زندگی کی پیچیدگیوں کو نئی جغرافیائی سیاسی اور تہذیبی حقیقت اور شناخت کے تناظر میں اس طرح پیش کیا گیا کہ ان کے کردار اپنے ماضی کی شناخت اور حال کی حقیقت میں الجھے نئی دنیا میں خود کو مس فٹ محسوس کرتے ہیں۔ "نادار لوگ "میں طبقاتی استحصال، معاشرتی تضادات، معاشی عدم مساوات، سماجی مقام و مرتبے اور حیثیت کے تناظر میں فرد کی شناخت کو موضوع بنایا گیا ہے جبکہ "باگھ" میں جنگ کے نفسیاتی و سماجی اثرات کے نتیجے میں ذاتی اور قومی شناخت کے بحران اور نئی حقیقتوں کے تناظر میں شناخت کی تلاش کو بیان کیا گیا ہے۔

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

مستنصر حسین تارڑ کے ناولوں کے کردار بھی تاریخی پس منظر، معاشرتی تبدیلیوں، داخلی و ظاہری شکست و ریخت اور ثقافتی و جغرافیائی تبدیلیوں کے نتیجے میں شناخت کے مسائل سے دوچار رہتے ہیں۔ ان کے ناول 'بہاؤ' میں فطرت کے عناصر میں ہونے والی تبدیلیوں کے نتیجے میں تہذیبی و سنافتی شناخت کی تشکیل اور زوال کی کہانی بیان کی گئی ہے۔ اس ناول میں پانی کو ایک اہم علامتی کردار کے طور پر پیش کیا گیا ہے جو انسان کی سماجی زندگی اس کی تہذیب اور شناخت کی علامت کے طور پر ابھرتا ہے۔ اسی طرح ناول کا مرکزی کردار اپنی ذاتی شناخت کی تلاش میں محو سفر ہے اور یہ سفر صرف جغرافیائی حد بندیوں سے نہیں بلکہ روحانی اور ذاتی تجربات سے بھی بھرپور ہے۔ ناول میں دریائے گھاگرا کے کنارے پر کبھی آباد مگر آج تباہ ہو چکی بستی کی کہانی ٹوٹے برتنوں کی دلفریب نقاشی کہ آئینے سے اتنی خوبصورتی سے بیان کی گئی ہے کہ اس علاقے کی پوری تہذیبی و ثقافتی تاریخ چلتے پھرتے کرداروں، موت اور زندگی کی کشمکش اور حالات و واقعات وقت کی دھند سے نکل کر مجسم سامنے آن کھڑے ہوتے ہیں۔ ناول کے تمام کردار خصوصی طور پر پاروشنی، گاگری، سمرو، مامن ماسا اور ورچن اپنی اپنی جگہوں پر ایک پوری تہذیب اور شناخت کی عکاسی کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ خصوصی طور پر پاروشنی کا کردار ایک ایسی مضبوط اور مستحکم عورت کی شناخت بن کر ابھرتا ہے جو مدرسری نظام میں عورت کے بھرپور وجود اور حیثیت کا عکاس ہے۔

تارڑ کے دوسرے ناول "راکھ" میں شناخت کا مسئلہ مشرقی پاکستان کی علیحدگی، جنگ اور تشدد کے پس منظر میں پیش کیا گیا۔ جنگ کی ہولناکیاں جہاں سیاسی، معاشی، تہذیبی اور اخلاقی تباہیوں کا باعث ہوتی ہے وہیں یہ انسان کی انفرادی اور اجتماعی شناخت کو بھی راکھ میں بدل دیتی ہیں اور اس راکھ سے نئی زندگی اور نئی شناخت کی تلاش میں فرد جن داخلی و نفسیاتی الجھنوں اور پیچیدگیوں کا شکار ہوتا ہے وہ اس ناول کا بیان ہیں۔

ڈاکٹر ممتاز احمد خان راکھ کے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہتے ہیں:

> "اس ناول کے کردار اس لیے احساس محرومی اور غصے کا شکار ہیں کہ ماضی میں جو کچھ ہوا وہ معاشرے اور تہذیب کو کھوکھلا کرتا رہا ہے اور آج بھی ذہنی گھٹن اور ہمہ گیر مایوسی والی جو صورت حال ہے وہ ماضی ہی کی بدبودار فصل ہے اور اگر جلد یا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

> بہ دیر نوشتہ دیوار نہ پڑھا گیا تو ہم سب کی اپنے مستقر پر واپسی انتہائی مشکل ہو گی۔ "راکھ" کا خمیر جن دُکھوں سے تیار ہوا ہے ان میں گروہی، گھٹیا اور بے ضمیر سیاست، جمہوری کلچر کی پامالی، ۱۹۶۵ اور ۱۹۷۱ء کی جنگوں کے خطرناک نتائج، بر صغیر کی تقسیم، فسادات، لوٹ مار، تشدد، انسانی خون کی ارزانی، سابق مشرقی پاکستان کے ٹوٹنے سے بنگلہ دیش کی تخلیق، اصل تاریخ سے مقابلہ کرنے سے گھبراہٹ اور سکتے کی سی کیفیت، اپنی جڑوں کی تلاش میں ناکامی، مذہبی فرقہ واریت، نظریاتی و فکری انتشار، بے حسی اور گم ہوتی ہوئی پہچان شامل ہیں۔ ایک ناول میں ماجرے کی فنی اور فکری قوت کے ساتھ اپنے موضوعات کو سمیٹ لینا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ ان تمام موضوعات سے جو عطر مستنصر حسین تارڑ کشید کرتے ہیں اسے نوشتہ دیوار کا نام دیا جا سکتا ہے"(۱۴)

مستنصر حسین تارڑ کے دیگر ناول 'پیار کا پہلا شہر' 'جپسی' 'خس و خاشاک زمانے' 'اے غزال شب' وغیرہ سبھی انفرادی اور اجتماعی سطح پر شناخت کی پیچیدگیوں اور پرانی شناخت کے ساتھ نئی حقیقتوں سے متصادم المیوں کی کہانیاں بیان کرتے ہیں۔

بانو قدسیہ کی ناول نگاری اپنے عہد کے سماجی، اخلاقی، تہذیبی، نفسیاتی، فلسفیانہ اور داخلی مسائل کی بھرپور عکاسی کرتی نظر آتی ہے۔ ان کے شہرہ آفاق ناول "راجہ گدھ" میں انہوں نے خاص طور پہ فرد کی اخلاقی، روحانی اور مذہبی شناخت اور حقیقتوں کی کشمکش کو مختلف اور منفرد انداز سے پیش کیا ہے۔ یہ ناول ہمیں اس تلخ لیکن آفاقی سچائی سے متعارف کرواتا ہے کہ انسان جب بھی اپنے اصل، روح، فطرت یا قانون انسانی کی حدود سے باہر نکلا ہے وہ اپنی شناخت اور وجود کے حوالوں سے بحران اور مسائل کا شکار ہوا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر "راجہ گدھ" کے بارے میں لکھتے ہیں:

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

"اس ناول کا موضوع انسان کا اخلاقی زوال ہے جسے عورت کی صورت میں عشقِ لاحاصل اور مرد کی صورت میں جنس سے واضح کیا گیا ہے مگر بانو قدسیہ کا یہ کمال ہے کہ انہوں نے اسے محض مرد عورت کے جنسی تعلقات کی عام سطح تک نہ رہنے دیا بلکہ اسے انسان سے انسان کے جذباتی تعلق کا رزمیہ بنادیا"(۱۵)

"راجہ گدھ" کہ تقریباً تمام کردار چاہے وہ قیوم ہو یا آفتاب، سیمی شاہ ہو یا پروفیسر سہیل، یہ تمام کے تمام اپنی زندگی کی بے مقصدیت، نفسیاتی الجھنوں، خیالات وجذبات کے درمیان عدم تعاون، جدید دور کی مادیت پسندی، اخلاقی اقدار اور سماجی رویوں سے بغاوت، مذہب سے دوری اور مصروف ترین زندگی میں الجھے خونی رشتوں کی بے حسی کے نتیجے میں اخلاقی، مذہبی، نفسیاتی اور روحانی شناخت سے محروم ہو چکے ہیں۔ یہ ناول جہاں ہمارے دور کی مادیت پرستی اور معاشرتی تلخ حقیقتوں سے گرد ہٹا کر اس میں سماج کا اصل چہرہ دکھاتا ہے وہیں اس ناول میں پیش کیا گیا شناخت کا روحانی پہلو بے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ ہمارے وجود کی شناخت ہماری روحانی زندگی اور سکون کے ساتھ وابستہ ہے اور جب انسان داخلی اور روحانی طور پر کشمکش کا شکار ہوتا ہے تو سماجی تعلقات معاشرتی دباؤ محرومیاں اور جذباتی تنہائی انسان کی شناخت کو مسخ کرنے کی وجہ بن جاتے ہیں۔

بقول ڈاکٹر مشتاق احمد وانی:

مذکورہ ناول میں مصنفہ کا نظریہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ کسی بھی قوم یا ملک کے افراد جب مذہبی ضابطوں سے انحراف کرتے ہیں تو اس کے نتیجے میں رزق حرام کی طرف مائل ہو جاتے ہیں جو بالآخر دیوانگی اور بے حسی کا باعث ہوتا ہے۔ چنانچہ اس ناول میں پروفیسر سہیل اس نظریے کا خالق ہے، جو انسان کی غذا کو تبدیلی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔ اسی وجہ سے قیوم زندگی بھر حرام کاری کرنے کی وجہ سے اپنی سوسائٹی میں فٹ نہیں ہو پاتا۔"(۱۶)

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

رحیم گل کے ناول "جنت کی تلاش" کا مرکزی مسئلہ بھی جدید دور کی نفسیاتی، روحانی اور سماجی اور داخلی کشمکش ہے جس کے نتیجے میں فرد اپنی ذاتی اور سماجی شناخت کے ساتھ ساتھ زندگی کی معنویت اور مقصدیت کھو دیتا ہے اور اس کی جستجو میں ایک وجودی بحران، بے یقینی اور المیے کا شکار ہو کر خود اپنی ذات اور اپنی زندگی کے مقصد کے حوالے میں تشکیک اور الجھن کا شکار ہو جاتا ہے۔ روحانی تنہائی، اندرونی انتشار اور سکون کی تلاش اس ناول کا ایک اہم موضوع ہے۔ امتل کا کردار جدید دور میں روحانی، داخلی اور نفسیاتی انتشار کا شکار جدید انسان کا المیہ بیان کرتا ہے جو نجات اور سکون کی تلاش میں دربدر بھٹکتے ہیں لیکن اس کے باوجود بے سکونی عدم تحفظ بے یقینی اور پیچیدگیوں کا شکار ہیں، یہ وہ کردار ہے جو اپنی ذاتی و جذباتی زندگی، سماجی تعلقات اور اپنی اصل شناخت کے درمیان توازن قائم کرنے میں ناکام ہونے کے نتیجے میں شناخت کے بحران کا شکار ہو جاتے ہیں۔ سرمایہ دارانہ نظام اور نظریات کی کوکھ سے جنم لینے والے جدید انسان کی بے یقینی، بے سمتی اور عدم معنویت کے نتیجے میں جنم لینے والی کشمکش کی نشاندہی عاطف، امتل اور وسیم کے کرداروں کے ذریعے بڑی خوبی سے کی گئی ہے۔ امتل کا کردار ان لوگوں کی نمائندگی کرتا ہے جو اپنی زندگی کے مقصد سے محروم ہو چکے ہیں اور ساری زندگی باہر کی دنیا میں جنت کی تلاش کرتے رہتے ہیں اور مایوس ہونے پر ایک ایسے بے چین اور پیاسی روح کی صورت اختیار کر لیتے ہیں جو مادی دنیا کے سے فرار حاصل کر کے سکون کی تلاش میں بھٹک رہی ہے۔

ڈاکٹر اے بی اشرف کے مطابق:

> " اس ناول میں نئے عہد کے تجربات، نئے عصر کی سوچ، صنعتی اور خلائی دور کے کرائسز، وقوعات اور انسان کے بارے میں تشکیک کا عالمگیر نظریہ پیش ہوا ہے۔ کبھی کبھی یہ ہماری سوچیں ہمیں لوٹا تا دکھائی دیتا ہے "(۱۷)

یہ ناول جدید دور میں فرد کی روحانی اور جذباتی تنہائی اور فطرت سے انسان کے کشمکش کو ایک بڑے انسانی ،روحانی اور اخلاقی المیے کی صورت میں

پیش کرتا ہے امتل کا کردار جدید انسان کا وہ نمائندہ کردار ہے جو زندگی کے فلسفوں میں الجھ کر روحانی، ذہنی اور قلبی کشمکش اور بے یقینی کا شکار ہو چکا ہے اور اپنی اس الجھن کا کوئی بھی سرا تلاشنے میں ناکام ٹھہرا ہے لیکن ناول کے آخر میں جب وہ فطرت اور اپنے اصل کے قریب جا کر اسے محسوس کرتی ہے تو وہ اپنی الجھن کا سرا ڈھونڈنے میں کامیاب ہو پاتی ہے ناول کا

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

آخری جملہ اس کی اسی کیفیت کا عکاس ہے

"آیئے واپس چلیں غار کی طرف نہیں، ہجوم کی طرف۔ میں
ایک انسان کو جنم دینا چاہتی ہوں شاید وہ عرفان جو مجھے نہیں
ملا وہی لے کر آرہا ہو۔۔۔۔"(۱۸)

۲۱ویں صدی سائنسی ترقی اور معلومات کا اژدھام کی صدی ہے جو اپنے ساتھ بہت سی حیرت انگیز تبدیلیوں اور نئے رجحانات کے ساتھ انسان کے لیے مادہ پرستی، بے حسی، بے بسی، نفسیاتی اور جذباتی تنہائی، روحانی دوری، ذہنی کشمکش، بے اعتباری، بے قدری اور نفسیاتی الجھنیں بھی لے کر آئی۔ نئے دور کے جدید فرد نے شناخت اور اس کے مسائل کو بھی نئے زاویوں سے جانچا، پرکھا اور محسوس کیا ہے اسی لیے جدید ناول نگاروں نے بھی اس مسئلے کو مختلف سیاسی، سماجی، مذہبی، نفسیاتی، اخلاقی، انفرادی اور اجتماعی تناظرات میں پرکھا اور پیش کیا ہے۔

جدید دور کے انسان نے مہاجرت، مذہبی انتہا پسندی، سیاسی تبدیلیاں، عالمی اور مقامی سطح پر رونما ہونے والے جذباتی اور نفسیاتی واقعات کو چشم نظارہ سے دیکھا اور محسوس کیا جس کے نتیجے میں کے حوالے سے مختلف مسائل کا شکار ہوا ناول نگاروں نے مختلف زاویوں سے اس بحران کی عکاسی کی اور مخصوص پس منظر اور تجربات کی روشنی میں انسان کے داخلی و خارجی مسائل کی عکاسی کی۔ ان ناول نگاروں میں ایک اہم نام عاصم بٹ کا ہے جنہوں نے جدید انسان کے وجودی اور شناخت کے مسائل کو بڑی وضاحت کے ساتھ اپنے ناولوں کا حصہ بنایا ہے۔ عاصم بٹ کے ناولوں کا موضوع وہ جدید انسان ہے جو اپنی بے جڑ ماضی، معاشرتی تنہائی اور بے حسی کے نتیجے میں اپنی شناخت سے محروم ہو کر بھٹک رہا ہے۔ ان کے ناول "دائرہ" میں فرد کی شناخت المیے کو بڑی تفصیل اور وضاحت سے پیش کیا گیا ہے۔ دائرہ کا مرکزی کردار ایک ایسا انسان ہے جو اپنی شناخت کے تمام حوالوں اور جرات سے محروم ہے اسی لیے ایک ایکٹر کا کردار نبھاتے نبھاتے وہ انہی کرداروں میں الجھ کر اپنی شناخت کھو بیٹھتا ہے۔ راشد اور نورین بلاشبہ اپنی ظاہری زندگی میں کامیاب ایکٹر ہیں لیکن اس کے باوجود اپنی ذاتی زندگی کی الجھنوں، محرومیوں اور حوالوں سے محرومی کے نتیجے میں اپنی شناخت کے المیے سے دوچار ہیں

اس حوالے سے عاصم بٹ کا کہنا ہے کہ:

"میرے لئے سب سے اہم معاملہ کردار کے
اندر چل رہا ڈائلمہ یا کش مکش ہے۔ کش مکش سے میری
مراد مختلف طرح اور مختلف حوالوں کی ترجیحات ،

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

محرکات اور کشش ہے جو بعض اوقات ایک دوسرے
متصادم ہوتی ہیں اسی لیے اس کشمکش کے دوران انسان جو
فیصلے کرتا ہے وہ بعض اوقات بہت کنفیوزنگ ہوتے ہیں۔
clarity of mind ایک غیر ذاتی اور پروفیشنل سی چیز
ہے جس سے آپ کا پچھوکڑ جڑا ہوتا ہے۔ میرے کرداروں
کا بنیادی مسئلہ یہی ڈائلمہ یا کشمکش ہے"(۱۹)

جدید دور کی ایک اور اہم ناول نگار زاہدہ حنا ہیں جن کے یہاں شناخت کا مسئلہ انفرادی، صنفی سماجی اور سیاسی پس منظر میں بیان کیا گیا ہے۔ انہوں نے خاص طور پر عورتوں کی شناخت، ان کے معاشرتی کردار، مسائل، ان کی سماجی حیثیت، اور روایتی دباؤ کے تحت پیدا ہونے والی شناخت کی الجھنوں کو اپنے ناولوں کا موضوع بنایا ہے۔ ان کے ناول کی عورت روایتی اصولوں اور سماجی توقعات کے بوجھ تلے اپنی شناخت، آزادی، خود مختاری اور خود اپنی ذات کی جستجو میں سرگرداں نظر آتی ہے۔ "عورت زندگی کا زنداں" میں معاشرتی جبر کے تحت عورت کی سماجی و معاشرتی حیثیت اور اس کی شناخت کے مسئلے کو اجاگر کیا گیا ہے جبکہ ان کے ناول "قیدی سانس لیتا ہے" میں شناخت کا مسئلہ وجودیت اور فلسفیانہ پس منظر میں اپنی شناخت وجود اور زندگی کی معنویت کی تلاش میں سرگرداں ایک ایسے قیدی کی کہانی ہے جو صرف جسمانی نہیں بلکہ ذہنی اور روحانی طور پر بھی قید میں بے بس اور مجبور ہے اور یہی بے بسی اسے ایک ایسے داخلی سفر پر لے جاتی ہے جہاں وہ اپنی ذات کی شناخت اور خود شناسی کی جستجو کرتا ہے۔ "راہ میں اجل ہے" سماجی بے انصافی سیاسی جب انسانی حقوق کی پامالی اور سیاسی اور سماجی پس منظر میں شناخت کو درپیش مسائل اور نظام کے خلاف فرد کی شناخت کی جدوجہد کی کہانی بیان کرتا ہے اور پاکستانی معاشرت کے تناظر میں فرد کی جذباتی صنفی داخلی نفسیاتی اور جذباتی کشمکش اور شناخت کی جستجو کی عکاسی کرتا ہے

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو نو آبادیات نے فرد کو جن بہت سے مسائل سے دوچار کیا ان میں شناخت کا مسئلہ انتہائی اہمیت کا حامل ہے جسے جدید دور میں فرد کی روحانی و اخلاقی دوری اور تیز رفتار ترقی کے نتیجے میں پیدا ہونے والی جذباتی تنہائی نے مزید شدت سے دوچار کروایا۔ اردو ادب خصوصا ناول نے نو آبادیاتی دور کے استحصال و مسائل اور شناخت کی فکری جہات ے مختلف تناظرات کو بڑی خوبی سے اپنے دامن میں سمویا اور فرد کے انفرادی اور اجتماعی مسائل اور شناخت

ISSN (**P**): 2709-9636 | ISSN (**O**): 2709-9644
Volume 5, Issue 3, (July to Sep 2024)
https://doi.org/10.47205/makhz.2024(5-III)urdu-23

ماخذ تحقیقی مجلہ

کے بحران کے مسئلے کو کو بڑی خوبی سے اجاگر کرتے ہوئے اس اہم مسئلے کے متعلق آواز اٹھائی۔

حواشی:

۱) https://plato.stanford.edu/entries/colonialism\

۲) حوالہ: محمد عامر سہیل، نو آبادیات ومابعد نو آبادیات (نظریہ، تاریخ، اطلاق)، عکس پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۱۵

۳) ایبی سیزر، نو آبادیاتی نظام کا محاکمہ، مترجم، خالد محمود، فکشن ہاؤس، لاہور، ۲۰۱۹، ص ۷

۴) ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، نو آبادیاتی صورتحال مشمولہ، مابعد جدیدیت اطلاقی جہات، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، ۲۰۱۸، ص ۲۹۶

۵) فینن فرانز، افتادگان خاک، (مترجم محمد پرویز، سجاد باقر رضوی)، نگارشات، لاہور، ۱۹۶۹، ص ۱۸۵

۶) ریاض ہمدانی، ڈاکٹر، اردو ناول کا نو آبادیاتی مطالعہ، فکشن ہاؤس، لاہور، ص ۱۲۰

۷) ناصر عباس نیر، ڈاکٹر، مابعد نو آبادیات اردو کے تناظر میں، آکسفورڈ یونیورسٹی پریس، کراچی، ۲۰۱۳، ص ۶

۸) مبارک علی، ڈاکٹر، المیہ تاریخ، فکشن ہاؤس، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۲۲۳

۹) مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۲۰۰۲، ص ۱۷۱

۱۰) یوسف سرمست، بیسویں صدی میں اردو ناول، نیشنل بک ڈپو، حیدرآباد، ۱۹۷۳، ص ۲۲۱

۱۱) محمد افضال بٹ، ڈاکٹر، اردو ناول میں سماجی شعور، پورب اکادمی، اسلام اباد، ۲۰۰۹، ص 72

۱۲) کرشن چندر، جب کھیت جاگے، مکتبہ دانش، لاہور، سن ن، صفحہ ۱۳۵

۱۳) قمر رئیس، ڈاکٹر، قرۃ العین حیدر ایک مطالعہ، مرتبہ، ارتضیٰ کریم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی، ۱۹۹۶، ص ۴۶

۱۴) ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، آزادی کے بعد اردو ناول، انجمن ترقی اردو کراچی، ۱۹۹۷، ص ۲۸۰

۱۵) سلیم اختر، ڈاکٹر، داستان اور اردو ناول کا تنقیدی مطالعہ، سنگ میل پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۹۱، ص ۱۲۴

۱۶) مشتاق احمد وانی، ڈاکٹر، تقسیم کے بعد اردو ناول میں تہذیبی بحران، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی ۲۰۰۲، ص ۲۸۱

۱۷) اے بی اشرف، ڈاکٹر، مسائل ادب، سنگ میل پبلشرز، لاہور، ۱۹۹۵، ص ۳۴۷

۱۸) رحیم گل، جنت کی تلاش، ندیم یونس پرنٹرز، لاہور، ۱۹۸۱، ص ۳۸۴

۱۹) ذاتی انٹرویو، ۱۲ اکتوبر ۲۰۲۳، اے پی پی، اسلام آباد